© rasailojaraid.com

- جب گھر یا دفتر سے خریداری کے لیے نکلیں تو مکمل فہرست کے ساتھ نکلیں، تاکہ ایک ہی چکر میں بہت سارے کام ہو جائیں۔ ہمیشہ ماسٹر لسٹ اپنے پاس رکھیں۔
- دفتر کی عام گفتگو جسے چٹ چاٹ کہتے ہیں اور مزاحیہ چیزوں، کرکٹ اور واقعات پر تبصروں سے پرہیز کیجیے۔
- اپنے گھر اور معاشی مقام میں فاصلہ کم کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ کے وقت کی بچت ہو۔
- دفتری زندگی میں جوابات کے عمومی خطوط (ٹیمپلیٹ) بنالیں، تاکہ بار بار آپ کو لکھنا نہ پڑے اور آپ ایک ہی ڈرافٹ کی ایڈیٹنگ کرکے اپنا وقت بچانے کی کوشش کریں۔
- کام کی منصوبہ بندی کریں پھر کام کریں۔ گاڑی چلانے سے پہلے منزل متعین کرلیں۔
- کام کرنے سے پہلے منطق کے سوالات اپنے آپ سے کریں: کیا؟، کیوں؟ کیسے؟ اور کب؟
- خاص اور منتخب کام کریں، جن کے بغیر گزارا ہو سکتا ہے اسے چھوڑ دیں۔
- وہ کام جو دماغی صلاحیت کا مطالبہ کرتے ہیں انھیں ان اوقات میں کریں جب آپ کا دماغ اس کام کے لیے تیار ہو۔
- ایک وقت میں ایک کام کریں۔
- اپنے یومیہ کاموں کے لیے ٹائم ٹیبل بنائیں۔
- قابلِ عمل مقاصد کا تعین کریں۔
- گھر پر کام مت لے جائیں اور گھر کو کام پر مت لائیں۔ جب کام پر آئیں تو گھر سے نشریاتی رابطہ کم از کم رکھیں اور جب گھر جائیں تو گھر والوں کے حقوق ادا کریں۔ دفتر والوں سے نشریاتی رابطہ کم کردیں۔ شریک حیات اور بچے اور والدین آپ سے آپ کا وقت، آپ کی باتیں اور آپ کی مسکراہٹیں مانگتے ہیں۔ ان کے لیے اجنبی نہ بنیے۔

(مجموعی طور پر زندگی کے روزمرہ اُمور میں بہتری کے لیے ہماری کتاب شاہراہِ زندگی پر کامیابی کا سفر کا مطالعہ مفید رہے گا)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

DAR-E-ARQAM

دار ارقم سکولز

مُعتبر کیمپس گجرات

پروفیسر عرفان احمد
چیئرمین دار ارقم سکولز

افتخار احمد چیمہ
0301-8720200

ADMISSIONS
OPEN
6th - 10th

- ...ے لیے قابل، محنتی، اور تجربہ کار اساتذہ
- ...ت پارک اور جاگنگ ٹریک
- ...ربہ کار کوچ کی زیر نگرانی جدید جم
- شخصیت کی تعمیر و ترقی کے لیے ادبی مقابلہ جات، سٹڈی ٹورز اور تربیتی پروگرام
- جماعت ششم سے دہم کے لیے معیاری ہوسٹل
- جدید ترین کمپیوٹر لیب کے ساتھ شاندار لائبریری
- سوئمنگ پول
- والدین سے رابطہ کا مستقل اور موثر نظام
- کیفے ٹیریا
- کرکٹ، فٹ بال کے میدان
- شاندار آڈیٹوریم
- باقاعدہ طبی معائنے کا نظام
- "O" ... پروگرام

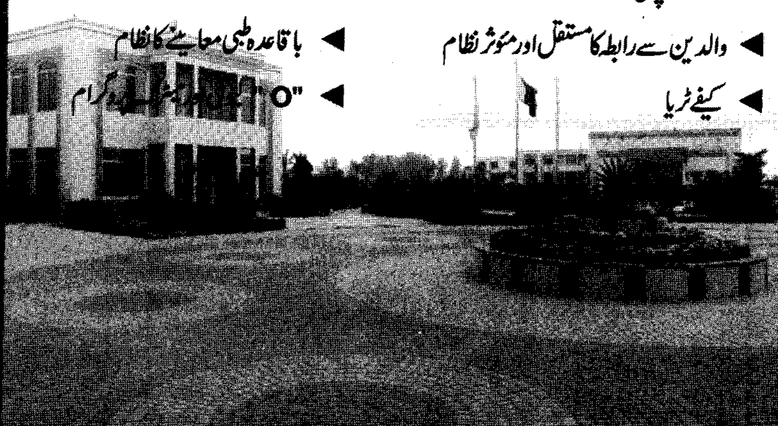

بھمبر روڈ نزد ائیرپورٹ گجرات 053-3024017

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دولت اور دکھاوا

ڈاکٹر طاہر مسعود ○

ہمارے اکثر دکھوں، پریشانیوں اور شکایتوں کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم دوسروں کی نظروں میں اچھا بننا یا سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔ یہ خواہش خصوصاً اس وقت مری نہیں، جب ہم اپنی اخلاقی خوبیوں، مثلاً دوسروں کا حال احوال دریافت کرکے، دوسروں کی مدد کرکے اور ان کی مشکلات میں معاونت کرکے، ان کے دل میں اپنے لیے جگہ بنانا چاہیں۔ تاہم، یہ خواہش اس وقت ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن جاتی ہے، جب ہم اپنی دولت، اپنے اسٹیٹس اور اپنی کامیابیوں کو بڑھا چڑھا کے بیان کرتے، یا اپنی کار اور کوٹھی سے دوسروں کو مرعوب کرنے کے آرزومند ہوتے ہیں۔ اسی چیز سے دکھاوے اور نمود و نمایش کا مرض پیدا ہوتا ہے، جو آج ہمارے معاشرے میں عام ہے۔

ایک مثال پر غور کیجیے: ایک متوسط اور نچلے متوسّط طبقے کا فرد بھی جب اپنی بیٹی یا بیٹے کی شادی کرتا ہے تو استطاعت نہ ہونے کے باوجود وہ ادھر اُدھر سے قرض لے کر، یا سامان بیچ کر، محض اس لیے تین چار سو مہمانوں کی ضیافت کا اہتمام کرتا ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو عزیز و رشتہ دار کیا کہیں گے؟ کچھ یہی معاملہ اعلیٰ اور اعلیٰ متوسط طبقے کا ہے کہ جو شادی بیاہ کی تقریبات میں محض دکھاوے کے لیے کئی کئی ڈشیں کھانے پہ رکھتا ہے۔ اسی طرح بارات اور ولیمے کے علاوہ مہندی، مایوں وغیرہ کی غیرضروری رسومات پہ روپے پیسے کو پانی کی طرح بہا دیا جاتا ہے۔ یہ فضول خرچی محض اس لیے کی جاتی ہے کہ سوسائٹی میں اپنی ناک اونچی ہو۔ عزیز و رشتہ دار کہیں کہ واہ کیا مہندی کی تقریب تھی! دلہن کے ملبوسات اور میک اپ پر ہر گھرانہ ہزاروں روپے لٹا دیتا ہے

○ پروفیسر، شعبہ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اب تو دلہن کے ساتھ ساتھ دولہا میاں کو بھی کوئی مہنگا بیوٹیشن میک اپ کر کے تقریب میں شرکت کے قابل بناتا ہے۔ گویا ایک بیٹے یا بیٹی کی شادی ہی میں اتنے اخراجات اُٹھ جاتے ہیں کہ عام آدمی کی کمر بوجھ سے جھک جاتی ہے۔

ان ساری پریشانیوں کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ ہم دکھاوے اور نام ونمود کی فرسودہ، تکلیف دہ سماجی روایات کی ڈور سے بندھ گئے ہیں اور بعض صورتوں میں ان سے متفق نہ ہونے کے باوجود روایات کی ان زنجیروں کو توڑنے کی اپنے اندر ہمّت نہیں پاتے کہ ''دنیا کیا کہے گی؟''

ہم میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں کہ کہہ دیں: ''دنیا جو کہے میری بلا سے'' اور پھر اپنی استطاعت کے مطابق سادگی سے یہ ضروری فریضہ انجام دیں۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ محض لوگوں کے کہنے سننے کے خوف سے ہم خود کو مقروض بنالیں۔

اس دکھاوے اور نمود ونمایش نے ہمارے اخلاقی معیارات کو اتنا کھوکھلا اور مضحکہ خیز بنادیا ہے کہ اب شرافت، کردار، تعلیم اور صحت جیسی خوبیوں پر دولت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ دولت ہی خوبی کا واحد معیار بن کر رہ گیا ہے۔ یہ معیار اتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ اگر اسکول اچھا ہو، فیس معقول ہو، اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں، تب بھی ہم ایسے اسکول میں بچّوں کو نہیں پڑھاتے جس کی شہرت اونچے اسکول کی نہ ہو۔ پڑھاتے ایسے اسکول میں ہیں جس کی فیس مہنگی ہو اور جس کا نام اور شہرت ایسی ہو کہ لوگ سن کر کہیں کہ: ''اچھا، آپ کا بچّہ فلاں اسکول میں پڑھتا ہے''۔ ایسے مشہور اسکولوں کا حال یہ ہے کہ ہوش ربا فیس دینے اور ٹرانسپورٹ کا خرچ برداشت کرنے کے باوجود بچّے کو پرائیویٹ ٹیوشن پڑھانا پڑتی ہے۔ سربلند کرنے کے سماجی مرتبے کے علاوہ اگلے درجوں میں تعلیم اور کیریئر بنانے میں مددگار و معاون بننے کی بھی اُمید ہوتی ہے۔ ہم ایسی ہی 'اونچی دکان' سے 'پھیکا پکوان' خریدنا پسند کرتے ہیں۔ اسکول سے بچّے نے کیا اور کتنا سیکھا اور اسکول کے اساتذہ نے کتنی محنت کی اور کیا کچھ سکھایا اور تربیت دی ___ ان سوالات سے والدین کا عموماً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

لوگوں کی سوچ اس درجہ طبقاتی ہوگئی ہے کہ ہم آدمی کی حیثیت اور مرتبے کا اندازہ اُس علاقے سے لگاتے ہیں جہاں وہ رہتا ہے۔ ایک اچھے کردار اور اخلاق کا آدمی اگر کسی نواحی یا نیم پس ماندہ بستی کا رہایشی ہو تو عموماً وہ بے وقعت ہوجاتا ہے۔ رشتہ دار اگر بدقسمتی سے ایسی بستی کے

© rasailojaraid.com